© rasailojaraid.com



قسط نمبر ۲

# ہندو تہذیب اور مسلمان

از ڈاکٹر محمد عمر صاحب استاذ تاریخ جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی

## شادی بیاہ

جیسا کہ ہمیں معلوم ہے اکبر بادشاہ نے راجپوت گھرانوں میں اپنی شادی کر کے ہندوؤں اور مسلمانوں میں مناکحت کی رسم جاری کی۔ مغلیہ خاندان کے شہزادوں کی شادیاں ہندو گھرانوں میں ہوتی رہیں۔ اٹھارہویں صدی میں فرخ سیر بادشاہ نے راجہ اجیت سنگھ کی لڑکی سے ہندوؤں کی رسموں کے مطابق شادی کی تھی۔ ہمیں اس بات کی تفصیل نہیں ملتی کہ عام مسلمانوں اور ہندوؤں کا کیا رجحان تھا ؟ مگر کچھ ایسی مثالیں بھی مل جاتی ہیں کہ ہندو لڑکی اور مسلمان لڑکے میں شادی ہوئی تھی مگر ایسی کوئی مثال نہیں ملی کہ کسی مسلمان لڑکی نے کسی ہندو لڑکے سے شادی کی ہو۔ سراج الدین خاں سراج ایک ہندو لڑکی پر زلیخیۃ ہوگیا تھا، جب اس لڑکی کے والدین کو اس بات کا علم ہوا تو انھوں نے بڑی خوشی سے اس سے اپنی لڑکی کی شادی کردی تھی [1]

ان تمام باتوں کا یہ اثر ہوا کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں مذہبی تعصب بڑی حد تک ختم ہوگیا اور دونوں قومیں ایک دوسرے کے ساتھ بھائی بھائی اور ایک خاندان کے افراد کی طرح رہنے لگے۔ پٹنہ کے بازار کا ذکر کرتے ہوئے ٹیونگ رقمطراز ہے کہ شام کے سات اور نو بجے کے درمیان بہت بھیڑ ہوتی اور اس میں وہ لوگ شامل تھے جن کا مذہب ایک دوسرے کے مذہب سے بہت متضاد تھا مگر ذرا سی بھی بدنظمی نہ تھی اور یہی بات سارے ہندوستان کے بارے میں کہی جاسکتی ہے۔ چاہے اس شہر میں ایک فرقے اور مذہب

---

[1] گلشن بے خار (نول کشور) ص ۹۶



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



کے لوگ اکثریت ہی میں کیوں نہ ہوں۔ ؎۱

ہندو اور مسلمان ایک برتن میں ساتھ ساتھ کھانے میں بھی تامل نہ کرتے تھے۔ اظفری اپنے ذاتی مشاہدہ کی بنا پر لکھتا ہے:

"یہ بڑی حیرت کی بات ہے کہ ہندو مسلم ایک ساتھ ایک رکابی میں کھانا کھاتے ہیں اور ایسا کرنے میں اُنہیں کسی طرح کی پریشانی نہیں ہوتی۔ میں نے خود اپنا بچا ہوا کھانا ایک ہندو کو دیا اور بلا کسی نفرت کے اس نے اس کھانے کو کھالیا۔ اس کے بعد میں نے ایک ہندو کو اپنے مسلم نوکر کے ساتھ کھانا کھانے کو کہا اور بغور دیکھتا رہا۔ ہندو نے کوئی تامل نہ کیا۔" ؎۲

**خلاصہ** ابتدائی زمانے میں مسلسل مہاجرین کی آمد نے ہندوستان کو اسلامی دنیا سے رابطہ برقرار رکھنے میں بہت مدد دی اور اس کی وجہ سے اُن ممالک میں رونما ہونے والی مذہبی تحریکوں نے ہندوستان کے تعلیم یافتہ طبقہ کو ہمیشہ متاثر رکھا۔ مذہبی ادب کا ایک بہت بڑا حصہ عربی اور فارسی زبان میں لکھا گیا۔ یہ دونوں زبانیں ہندوستان کے لیے بیرونی تھیں، اور ان زبانوں کے مطالعہ نے یہاں کے علماء اور فضلاء کو ہندوستان سے باہر کی تصانیف سے باخبر رکھا۔ ان بیرونی اثرات نے اس طرح اسلام کو ہندوستان میں ایک صوبائی خصوصیت اختیار کرنے سے باز رکھا لیکن عام مسلمانوں اور جاہل نومسلموں اور ان کی اولادوں میں اور خاص طور پر ان علاقوں میں، جو مسلم تہذیب کے گہواروں اور مرکزوں سے بہت دور دراز دیہاتی علاقوں میں رہتے تھے، قدیم رسم ورواج اور عادات واطوار کے اثرات باقی رہے؛ اور ان علاقوں میں ایک مسلمان اور ایک پڑوسی ہندو میں صرف اتنا فرق پایا جاتا تھا کہ ایک کا نام ہندوانہ تھا اور دوسرے کا اسلامی۔ نومسلم اپنے آباو اجداد کے خداؤں کی پرستش کرتا رہا، اور بالخصوص گاؤں سے متعلق ان دیوی دیوتاؤں کی جن کا کھیتی باڑی، اور بیماریوں، مثلاً چیچک کی دیوی، سیتلا ؎۳ سے تعلق تھا۔ اسی طرح وہ شادی بیاہ

---

؎۱ Twining: Travels in India. p. 136.

؎۲ واقعاتِ اظفری۔ ص ۱۱۳۔ (حاشیہ ۳ صفحہ ۱۲۵ پر ملاحظہ ہو)



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



اور تہواروں کی دیگر رسموں کو بھی ادا کرتا رہا جس طرح وہ مسلمان ہونے سے قبل کیا کرتا تھا۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہندو رسم و رواج، عادات و اطوار اور توہمات نے بہت جلد اسلامی رسم و رواج کو پس پشت ڈال دیا اور اٹھارہویں اور انیسویں صدی عیسوی میں ہم دیکھتے ہیں کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے رسم و رواج اور سماجی اور معاشی زندگی میں صرف نام کا فرق رہ گیا۔

جیسا کہ لکھا جا چکا ہے اٹھارہویں صدی عیسوی میں سیاسی اقتدار کی باگ ڈور ہندوؤں کے ہاتھوں میں آگئی تھی اور حکومت کے اہم عہدوں پر وہ قابض ہو گئے تھے۔ یہ بھی ایک وجہ تھی کہ مسلمانوں نے ان کی خوشنودی اور سرپرستی حاصل کرنے کی غرض سے اُن کے عقائد اور رسم و رواج کو بڑی حد تک اپنا لیا۔ اور دوسرے مسلمانوں کو بھی ان کی تقلید کے لیے آمادہ کیا۔ یحییٰ خان کا بیان ہے:

"اس زمانے میں ہندوؤں کو ہر قسم کی مراعات دی جاتی ہیں کیونکہ ان میں ہر ایک عہدہ دار ہے ..... کچھ مسلمان اُن کے غلبہ کی وجہ سے ان کی تقلید کرتے ہیں اور اُن کے رسم و رواج کی تقلید کرنے کی بادشاہ کو ترغیب دیتے ہیں" [۵]

اس پس منظر میں ہمیں مسلمانوں پر ہندو تہذیب کے اثرات کا تفصیلی اور وضاحت کے ساتھ مطالعہ کرنا ہے۔ پہلے ہم اُن تہواروں کا جائزہ لیں گے جو اصلیت میں ہندوؤں کے تہوار تھے مگر مسلمانوں نے بھی اُن کو اپنا لیا تھا اور وہ بھی ان تہواروں کو اسی جوش و خروش سے مناتے تھے جس طرح وہ یہاں کی ہندو آبادی میں منائے جاتے تھے۔

---

بقیہ ۱۲۲ پر

۴ عورتوں کے متعلق مرزا مظہر جان جاناں کا یہ بیان بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

"اکثر زناں بواسطۂ کمال جہل کہ دارند باین استمداد ممنوع مبتلا اند و طلب دفع بلیہ ازیں اسمائے بی مسمی می نمایند و بادائے مراسم شرک و اہل شرک گرفتار اند۔ علی الخصوص این معنی از نیک و بد ایشان در وقت عروض مرض جدری کہ بزبان ہندی سیتلہ معروف است مشہود و محسوس است، کم زنی باشد کہ از دقائق این شرک خالی بود و بر کسی از رسوم آن اقدام ننماید" معمولات مظہری۔ ص ۳۸ نیز ملاحظہ ہو۔ ہفت تماشا (اردو ترجمہ) ص ۸۴ - ۸۵

حاشیہ صفحہ ہذا

۵ تذکرۃ الملوک (از یحییٰ خان) قلمی۔ ص ۱۳۵، الف



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



**ہولی** پھاگن کے مہینے کے شکل پچھ کی پندرہ کو کہ اس کو ہولی کہتے ہیں، یہ تہوار تیرہ سے سترہ تک منایا جاتا ہے۔ جب وہ دن گذر جاتا ہے تو جابجا لکڑیوں کے انباروں میں آگ لگائی جاتی تاکہ صبح تک وہ جل کر خاک ہو جائیں اور اس عمل کو ہولی جلانا کہتے ہیں۔ ہولی سے دو مہینے پہلے ہی ہندو لوگ دف بجانا، گیت گانا اور رقص کرنا شروع کر دیتے تھے۔ اور جب ایک مہینہ باقی رہ جاتا تھا تو ان باتوں میں اور اضافہ ہو جاتا تھا اور جب صرف پندرہ دن باقی رہ جاتے تھے تو ڈھاک اور ٹیسو کے پھولوں کو پانی سے بھرے مٹکوں اور دیگوں میں ڈال کر چولھوں پر چڑھا دیتے تھے تاکہ پانی کے ابلنے سے ان پھولوں کا رنگ کھنچ کر پانی زرد ہو جائے۔ بعد ازیں راستے سے گذرنے والے ہر شخص پر، چاہے وہ آشنا ہو یا بیگانہ رنگ ڈالتے تھے اور اونچی آواز سے کہتے تھے "یہ شخص ہولی کا بھڑوا ہے اور وہ شخص بھی ان لوگوں کے لیے یہی الفاظ استعمال کرتا تھا۔ رنگ ڈالنے کے بعد وہ اس شخص کے منہ پر گلال مل دیتے تھے۔ اسی طرح عبیر بھی اس کے منہ پر چھڑکتے تھے۔ چھوٹے بچے اور بعض نوجوان لوگ بھی چمڑے اور پیتل کی بنی ہوئی پچکاری کو ہاتھ میں لے کر راستوں میں کھڑے ہو جاتے تھے اور راہ گیروں کے کپڑوں کو دور سے رنگ دیتے تھے۔[۱]

**دربار مغلیہ میں** دربار مغلیہ میں ہولی کا تہوار بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا تھا[۲] مگر اورنگ زیب نے دربار میں اس تہوار کے منانے کی رسم کو بند کر دیا تھا[۳] جب تک اورنگ زیب حیات تھا، ہو سکتا ہے کہ اس کے حکم پر پوری طرح عمل کیا گیا ہو اور دربار میں یہ جشن نہ منعقد ہوا ہو، مگر اس کے انتقال کے بعد دوبارہ دربار مغلیہ میں ہولی کا تہوار بدستور منایا جانے لگا۔ محبت خان بن فیض عطا خاں شاہزادہ عظیم الشان کے بارے میں لکھتا ہے کہ وہ :

---

[۱] آئین اکبری (اردو ترجمہ، جلد دوم) ص ۲۹۳، ہفت تماشا۔ (اردو ترجمہ) ص ۸۹-۹۲

[۲] آئین اکبری (انگریزی ترجمہ) ج ۲۔ ص ۱۷۳، ج ۳، ص ۳۲۱، تزک جہانگیری (انگریزی ترجمہ)۔ ج ۱۔ ص ۲۲۵-۲۲۶۔

[۳] Sharma: Mughal Empire in India. II, p. 150.



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



"جشنِ ایّامِ ہولی، بدستورِ ہنود"

منایا کرتا تھا۔

بادشاہ احمد شاہ (۱۷۴۸ء تا ۱۷۵۴ء) بن محمد شاہ اپنے دربار میں ہولی کا جشن منعقد کرتا تھا اور رنگ کے کھیلنے اور اس جشن کے متعلق دوسری باتوں میں بڑی دلچسپی لیتا تھا۔ منشی مترسین کا بیان ہے:

"روزِ ہولی کہ بادشاہ از تماشائے رقص و بادہ خورد" ؎۱

دربار میں رقص و سرود کی محفلیں سجتی تھیں اور بادہ نوشی کا دور چلتا تھا۔ بادشاہ کے درباری امراء بھی شریک ہوتے تھے اور خدام محل میں بڑی خوشیاں مناتے تھے۔

شاہ عالم ثانی (۱۷۵۹ء تا ۱۸۰۶ء) نے شاہی محل میں ہولی کے جشن کا تفصیلی ذکر نادرات شاہی میں کیا ہے۔ ؎۲

آخری دو تاجداران مغلیہ اکبر شاہ ثانی اور بہادر شاہ ظفر کے دربار میں بھی ہولی کا تہوار بدستور منایا جاتا تھا۔ ؎۳ بہادر شاہ ظفر نے اپنے قلم اور اپنے انوکھے انداز سے دربار میں ہولی کے جشن کا نقشہ اپنے کلام میں یوں پیش کیا ہے۔

کیوں موں پر رنگ کی ماری پچکاری
دیکھو کنور جی دوں گی میں گاری

بھاگ سکوں میں کیسے مرسوں بھاگا نہیں جات
ٹھاڑی اب دیکھوں او کو سنمکھ آت

---

؎۱ تاریخ متضمن احوال محمد شاہ تا آصف الدولہ (قلمی) ص ۱۴۳

؎۲ ملاحظہ ہو۔ نادرات شاہی۔

؎۳ ملاحظہ ہو۔ بزم آخر (مرتبہ منشی فیاض الدین) مطبوعہ رحمانی پریس دہلی۔ ۱۹۲۰ء

⁂ ⁂ ⁂ ⁂



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



سب کو نکھ سے دیت ہے گاری بھری سبھائیں آج
جب میں آپ نہ لج چلوں تو کس کی تر ہے لاج

بہت دنن میں ہاتھ لگے ہو کیسے جانے دوں
آج میں پھگوا تو سوں کا تھا پیٹھ پکڑ کے لوں

شوق رنگ ایسے ڈھیٹھ کہ ان سے کھیلے کون اب ہوری
مکھ ورے اور ہاتھ مروڑے کر کے وہ برجوری[1]

سیاسی اور معاشی بد حالی سے تنگ آ کر شہزادہ سلیمان شکوہ نے دہلی کو خیرباد کہہ کر لکھنؤ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ اور اس نے وہاں دربار مغلیہ کے طرز پر اپنا دربار سجایا تھا۔ اس کا دربار دہلی دربار کی تقلید کیا کرتا تھا لکھنؤ کی خوش حالی نے اسے عیش پرست بنا دیا تھا، اور وہ اپنی زندگی غفلت، بادہ نوشی اور رنگ رلیوں میں گذارتا تھا۔ انشاء اللہ خاں انشاء نے اس کی مجلس ہولی کا نقشہ مندرجہ ذیل اشعار میں پیش کیا ہے:

سانگ ہولی میں حضور اپنی جو لادیں ہر رات — چاہیے گائنوں کو اپنی کہ ہو چمکا ہٹ
گوپیاں ہو کے پڑی ڈھونڈیں کدم کی چھائیں — بانسری دہن میں دکھا دیویں وہ جماہٹ
گانوں گوکل کا ہے بنڈا اسے نرالا ہے کہیں — گوالنیں بن کے کہیں نٹس کے ددی نبی بیٹ
گاگریں لیویں اٹھا اور یہ کہنی حبادیں — دیکھیت دہونڈری جو دزم اور تی پنگھٹ
سونے روپے میں جولا جائیں گنواروں کی طرح — دیام گھر کو کہیں نزدیک کو بولیں دنگھٹ[2]

**امراء اور مجلس ہولی** مغلیہ دور کے امراء اپنے حکمرانوں اور بادشاہوں کی دلچسپیوں اور راجھی بری باتوں کی تقلید کرنا باعثِ فخر اور اپنے ولی نعمت کو خوش کرنے کا ایک واحد ذریعہ

---

[1] ماہنامہ رسالہ "آج کل" ماہ جولائی ۱۹۶۱ء۔ ص ۶
[2] کلیات انشاء (نول کشور) ص ۲۴۹



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



سمجھتے تھے۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی نے لکھا ہے:

"مغل بادشاہوں کی ہر بے راہ روی کا اثر عوام کی زندگی پر پڑتا تھا اور عیش و عشرت کی جو محفلیں دربار میں سجتی تھیں۔ اُن کے مہلک جراثیم جھونپڑوں تک اپنا کام کرتے تھے"[1]

ولیم ہوجیز کا بیان ہے:

"جب مغلیہ سلطنت اپنے پورے شباب پر تھی تو امیروں اور بڑے بڑے درباریوں کا وہی مشغلہ تھا، جو وہ دربار میں دیکھتے تھے"[2]

عمدۃ الملک امیر خان، انجام، محمد شاہی دورِ حکومت کا ایک صاحب اقتدار اور بادشاہ امیر تھا۔ میر عبدالحی تاباں نے اس امیر کی محفلِ ہولی کا نقشہ اس انداز میں پیش کیا ہے۔

مچاتا تھا جب وہ گھر ہولی کے تئیں ۔۔۔ تو رنگین تھے سب آسمان و زمین
کوئی زعفران پوش سر تا بپا ۔۔۔ کوئی ارغواں پوش سر تا بپا
کسی کا بھرا رنگ سے پیرہن ۔۔۔ کوئی تھا سراپا بہارِ چمن
چھڑکتا تھا کوئی کسی پر گلاب ۔۔۔ پلاتا تھا کوئی کسی کو شراب
زبس رنگ کی چھٹتی پچکاریاں ۔۔۔ زمیں رشکِ گلزار ہوتی تھی واں
برستے تھے پچکاریوں سو جو تیر ۔۔۔ تردف ڈھال کرتے صغیر و کبیر
اڑاتے تھے لے لے کے از بس عبیر ۔۔۔ بھرے جھولیاں سب صغیر و کبیر
لو ساتی زمیں سے فلک تک لگا ۔۔۔ تھی خوشبو۔۔۔۔ بجائے ہوا کے

---

[1] تاریخ مشائخ چشت۔ ص ۲۵۵

[2] Hodge's Travel (London 1797) pp. 21-22

[3] برائے حالات ملاحظہ ہو۔ مآثر الامرا۔ سفینۂ ہندی۔ ص ۷

[4] دیوانِ تاباں (مرتبہ مولانا عبدالحق، مطبوعہ ۱۹۳۵ء) ص ۲۶۶ - ۲۶۸



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



اورنگ زیب کے آخری زمانہ سے ہی مغلیہ سلطنت کو گھن لگنا شروع ہو گیا تھا اور اس کی جڑیں کھوکھلی ہونے لگی تھیں۔ لیکن اس نے اپنی سیاسی بصیرت، ہمت اور استقلال، اوپری ٹیپ ٹاپ، شان و شوکت اور اپنے رعب و دبدبہ سے سلطنت کے شیرازہ کو وقتی طور پر بکھرنے نہیں دیا۔ نئی نئی سیاسی قوتیں جو ابھر رہی تھیں اور سیاسی اور ملکی فضا کو مکدر کر رہی تھیں، ان کو اپنی تلوار کے زور پہ دبائے رکھا اور ساتھ ساتھ صوبائی حکومتوں کو آزاد نہ ہونے دیا۔ لیکن اورنگ زیب کے مرتے ہی سلطنت کا شیرازہ بکھرنے لگا۔

پروفیسر نظامی نے ٹھیک ہی لکھا ہے:

"۱۷۰۷ء سے ۱۸۵۷ء تک اگر ایک طرف جنگ تخت نشینی نے سیاسی نظام کو متزلزل رکھا تو دوسری طرف بادشاہوں کی کوتاہ اندیشی عیش پرستی اور پست ہمتی نے حالات کو بد سے بدتر کر دیا۔ ملک کے گوشے گوشے میں باغیانہ قوتیں کام کرنے لگیں اور ہر طرف لوٹ مار اور غارتگری کا بازار گرم ہو گیا"[1]

بادشاہوں کی غفلت شعاری، عیش پرستی، کاہلی اور بادہ نوشی کا نتیجہ یہ ہوا کہ صوبائی حاکموں نے ان حالات سے فائدہ اٹھا کر مرکزی حکومت سے اپنے تعلقات منقطع کر کے اپنی آزادی کا اعلان کر دیا۔ اور اس طرح اودھ، بنگال اور دکن کی آزاد حکومتیں وجود میں آگئیں۔

اودھ کا دارالخلافہ لکھنؤ تھا۔ لکھنؤ عیش و عشرت اور معاشی اور اقتصادی خوشحالی کا مرکز تھا۔ وہاں کے نواب عیش پسند تھے جس کا اثر وہاں کے باشندوں پر پڑتا تھا۔ اور سب لوگ حاکموں کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔

مشہور و معروف محقق اور نقاد ڈاکٹر خلیق انجم کی ایک عظیم تخلیق

متنی تنقید

جس میں متن کی تعریف اور تنقید، متنی نقاد کے ... بنیادی نسخے، اختلاف نسخ، متن ... کی بازیافت کی نشاندہی غرض تمام ضروری مباحث کا ... ادب کی تحقیق کے لئے اس کتاب کا مطالعہ نہایت مفید ہے قیمت ۵۰/۴

مکتبہ برہان - اردو بازار - دہلی - ۶

[1] تاریخ مشائخ چشت۔ ص ۳۱۰



© rasailojaraid.com